

جاری ہے۔

فکر و اندیشہ کی گرمی کو شرابِ تند سے اور دل کو آگینے سے تشبیہ دی ہے۔  
مطلب یہ ہے کہ دل کا آگینہ گچل کر ختم ہو جائے گا۔

غالب نے دوسرے مصرع کا مضمون ایک فارسی شعر میں بھی باندھا ہے  
اگرچہ باقی مضمون کچھ اور ہے، یعنی :

مینا سے نئے از تندی ایں نئے بگدازد

پیغامِ عنّت در خورِ تجوّلِ صبا نیست

۳۔ شرح : خواجہ حالی فرماتے ہیں :

”یہ شعر معاملے کا ہے، جو طالب و مطلوب کے درمیان اکثر گزرتا

ہے اور شاعرانہ نزاکت دوسرے مصرع میں پائی جاتی ہے۔ ظاہر

ہے کہ حیا آنی اور شرمانا دراصل ایک ہی چیز ہے۔ پھر اس کے

کیا معنی کہ حیا بھی آتی ہے تو شرما جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ اس

مقام پر حیا آنے کا متعلق اور ہے اور شرما جانے کا متعلق اور۔

”گر حیا بھی اس کو آتی ہے“، یعنی ”غیر کی گستاخی پر خواہشِ بیجا

سے تو شرما جائے ہے“ یعنی غیر سے یا اس کے ساتھ تکرار کرنے سے۔

شعر کا مطلب واضح ہو گیا، صرف اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ حیا دار شخص

طبعاً خود زیادہ سے زیادہ تکلیف اٹھا لیتے ہیں اور دوسرے سے تکرار نہیں کرتے

یا کوئی ایسی بات نہیں کہتے، جو اس کی دل آزاری کا باعث ہو۔ یقیناً غیر کی گستاخی

دیکھ کر محبوب کو حیا آتی ہے۔ وہ غیر کو منع کرنا چاہتا ہے، لیکن انتہائے دل داری

میں جو حیا داری کا طبعی خاصہ ہے، منع کر نہیں سکتا، یہی بات مرزا غالب نے

شعر کے پہلے مصرع میں واضح کی ہے۔

۴۔ لغات۔ لت : لپکا، خو۔ یہ لفظ لپکا کی طرح برمی عادت

کے لیے بھی مستعمل ہے۔